سوال

(121) کھانا کھانے کے بعد کی دعا کیلیے ہاتھ اٹھانا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا کھانے کے بعد دعا کیلیئے ہاتھ اٹھانا جائز ہے؟ جیسے ہمارے ہاں عام عادت ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

کھانا کھانے کے بعد دعا اہم سنت ہے اور اس میں انفرادی یا اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھانا میرے علم میں ثابت نہیں، اک کا کرنا بدعت ہے اور اس کے برے اثرات ہیں نبی ﷺ سے کھانے کے بعد بہت سی دعائیں وارد ہیں اور ان میں کسی میں بھی ہاتھ کا اٹھانا نہیں ہے۔

ان میں سے سب سے احسن یہ ہے:

«الحمدللہ الذي أطعمنی ہذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوة» (بخاري)

تمام تعریفیں اس اللہ کیلیئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور اس نے مجھے یہ رزق دیا ہے بغیر میری قوت وطاقت ہے۔

اور یہ دعا بھی ہے:

«الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا» (ابو داود)

اللہ کیلیئے تعریفیں ہیں، کثیر پاکیزہ اور مبارک نہ کفایت کی گئی، نہ چھوڑی ہوئی اور نہ ہی استغناء کیا گیا ہے، اے ہمارے رب۔

اور یہ دعا:

«الحمد للہ الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین ومن المسلمین» (ابن ماجہ) (رقم 3283 ضعیف)

تمام تعریفیں اس اللہ کیلیئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا یا مسلمانوں میں کیا۔

اس میں ایک راوی مجہول ہے، مراجعہ کریں مشکوۃ (5/46)

امام طیبیؒ نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے: "یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ نے یہ ہاتھ اٹھائے اور نہ ہی منہ پر پھیرے اور یہ اچھی قید ہے کیونکہ نبی ﷺ نماز و طواف میں، نماز کے بعد، سوتے وقت کھاتے وقت، کھانے کے بعد اور ایسے دیگر مواقع پر بہت دعائے ماثورات پڑھا کرتے تھے اور نہ ہاتھ اٹھاتے تھے اور نہ ہی منہ پر پھیرتے تھے۔" مراجعہ کریں مشکوۃ (1/196)

یہاں ایک شرعی قاعدہ کلیہ ہے "اور یہ کہ مطلق دعاوں میں ہاتھوں کا اٹھانا ثابت ہے لیکن جب شریعت کی طرف سے کوئی دعا یا ذکر کسی خاص مکان کیلیے متعین کر دیا جاتا ہے تو اس میں ہاتھوں کا اٹھانا نہیں ہے۔ جیسے مسجد میں داخل ہونے یا نکلنے کی دعا بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا، سوتے وقت کی دعا اور جاگتے وقت کی دعائیں، جماع کے وقت کی دعا اور اس کے علاوہ دیگر خاص جگہیں تو اس موقعوں پر دعا کرتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا بدعت ہے جیسے کہ احسن الفتاوی (1/365) اور مجموعۃ الفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیۃ (22/۵۱۲) میں ہے۔"

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ الدین الخالص

ج1ص233

محدث فتویٰ